جدید فقھی مسائل

عطیہء اعضائے انسانی ۔ دورِ جدید کا نیا چیلنج!

رضی الدین سید۔ کراچی

دورِ جدید کے مسائل ، خاندانی منصوبہ بندی ،اور خواتین کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی، کے ساتھ ایک اور بڑا مسئلہ اعضائے انسانی کی پیوند کاری کا بھی ہے ۔ یہ اور ان جیسے دوسرے مسائل پر پاکستان میں عرصہء دراز سے کافی زور وشور سے بحث جارہی ہے ۔''کوئی فرد اپنے اعضا کو پس مرگ کسی دوسرے فرد کی بھلائی کے لئے عطیہ کردے تا کہ محروم فرد کی بقیہ زندگی بہتر طور سے گزر سکے تو اسلام کو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟''،عموماً یہ سوال دین سے دور،اور مغربی تہذیب سے دلبستگی رکھنے والے حضرات زیادہ اٹھانا پسند کرتے ہیں۔

ماضیء بعید وقریب کی اسلامی تاریخ میں چونکہ عطیہء اعضا کے بارے میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے، اس لئے اس بارے میں کوئی حتمی رائے دینا کل کی مانند آج بھی آسان نہیں ہے۔ پھر جب معاشرے پر اس قسم کی صورتِ حال ایک مہم کے طور پر حاوی ہو تو انہی دین بیزار افراد کی جانب سے مزید خواہش ہوتی ہے کہ اب دینی علماء بھی اس جدید پہلو کو شرعی جواز عطا فرمادیں۔اس سے قطع نظر کہ اسلامی لحاظ سے وہ مسئلہ یا وہ چیلنج ،قرآن و حدیث سے کتنا متصادم یا کتنا موزوں ہے ؟۔ان کا اصرار واضح ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والے ہر نئے چیلنج کو لازماً اسلامی سند بھی ملنی چاہئے تا کہ سائنس کے مزید آگے بڑھنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے اور عوام الناس کا تعاون بھی انہیں بلا جھجک حاصل رہے۔ یہ نکتہ، کہ اپنی بنیاد میں بیشتر جدید مسائل ،عموماً لادین یا دین بیزار طبقوں کے اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں،علماء و اسلامی اسکالرز کے ذہن میں اگر ہمیشہ مستحضر رہا کرے،تو حتمی رائے دینے میں انہیں آسانی ہو۔ تاہم گزارش کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دورِ جدید میں پیدا ہونے والا کوئی بھی مسئلہ اجتہاد کا متقاضی نہیں ہے!

کسی زندہ فرد کا پس مرگ اپنے عطیئے کی وصیت کر جانا بظاہر ایک بہت متاثر کن و انسان دوست عمل معلوم ہوتا ہے۔''جب کوئی فرد دنیا سے رخصت ہو جائے تو کیوں نہ وہ اپنی سالم آنکھ، یا تندرست گردہ کسی دوسرے زندہ فرد کو عطیہ کردے تا کہ معذور زندہ فرد بقیہ زندگی سکون واطمینان کے

ساتھ گزار سکے۔ اس طرح اس کے گھر والے بھی مرحوم کو ہمہ وقت دعاؤں سے نوازتے رہا کریں گے؟''۔لیکن اسلام کے نزدیک یہ ہرگز کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے کہ کوئی کام محض کسی کے راحت اور سکون کی خاطر انجام دیا جائے ،خواہ دینِ اسلام کی روح اس سے کتنی ہی متاثر کیوں نہ ہوتی ہو!۔اگر 'فلاحِ انسانیت' کے اسی اصول کو اپنا کر ہر کام کو دینی سند دی جانے لگے تو بعید نہیں ہے کہ آخر کار باری ہمارے دین کے انہدام تک ہی پہنچ جائے!۔

شریعت کی رو سے انسانی جان اللہ تعالیٰ کا ایک خوبصوت عطیہ ہے ۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ کوئی بھی فرد اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے۔ مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اپنے بندے کو تخلیق کرتی ہے۔اب چونکہ کوئی بھی فرد خود کو تخلیق نہیں کر سکتا،اس لئے اپنے جسم کا وہ خود مالک بھی نہیں بن سکتا۔شریعت قرار دیتی ہے کہ جسم کے ہر عضو سے ،عضو کے مالک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی کے مطابق کام لیا جانا چاہیئے ۔ قیامت کے روز انسان کے اچھے یا برے عمل کی گواہی ہر عضو خود دے گا۔ زندگی ءبعد موت میں انسان اپنے تمام اعضا کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔عطیہء اعضا کو بھی لہٰذا اسی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیئے ،نہ اس نگاہ سے کہ اعضا کاری کے 'پس مرگ پیوند کاری' سے کسی کی روگ بھری زندگی سدا کے لئے بہتر ہو جائے گی!۔

سورہ طٰہٰ آیات ۱۴۴ تا ۱۴۶ میں فرمانِ الٰہی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو اندھا اٹھائے گا جس پر وہ شخص فریاد کرے گا کہ 'اے اللہ تو نے آج مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے جبکہ دنیا میں تو میں ایک دیکھنے والا آدمی تھا؟' ۔ جواب میں ارشاد ہوگا کہ 'تو نے جس طرح دنیا میں مجھے اور میری آیات کو فراموش کیا ہوا تھا ،اسی طرح آج ہم نے بھی تجھے فراموش کر دیا ہے'۔آیت واضح کر رہی ہے کہ تمام افراد مرنے کے بعد اپنی صحیح وسالم آنکھوں ودیگر اعضا کے ساتھ اٹھائے جائیں گے ورنہ وہ کافر پھر اپنی آنکھوں کا سوال کیوں اٹھاتا؟۔

یہ تصور بھی ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے، کہ لازمی تو نہیں ہے کہ انسان آخرت میں انہی دنیاوی آنکھوں سے مناظرِ جنت ،یا عذابِ قبر دیکھے جن حقیقی آنکھوں سے وہ یہاں دنیا میں دیکھا کرتا ہے ۔اگر ہم یہاں نیند میں سب کچھ حقیقی طور پر ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے کوئی واقعہ اپنی جسمانی آنکھوں سے خود دیکھ رہے ہیں، تو عین ممکن ہے کہ وہاں آخرت میں بھی ہم نیند جیسی حالت ہی میں سب کچھ حقیقی انداز سے دیکھ اور محسوس کر سکیں!۔گویا وہاں یہ جسمانی اعضاء شاید بیکار ثابت ہوں!

۔اس لئے اگر انہیں یہاں کسی معذور شخص کوعطیہ کردیا جائے تو نہ صرف یہ اس کے ساتھ ایک گراں قدر نیکی ہوگی بلکہ دین و دنیا میں بھی اس مرنے والے کا بھلا ہوگا۔

جنت کی نعمتوں کے بارے میں نبی ﷺ کی بے شمار خوش خبریوں میں سے چند یہ بھی ہیں کہ جنتی مردوں اور عورتوں کو وہاں انتہا سے زیادہ حسین بنادیا جائے گا جبکہ مردوں کی عمریں اس حد تک کم کردی جائیں گی کہ ان کی مسیں بھی ابھی بھیگی ہوئی نہ ہوں گی!۔اور کسی بوڑھی کھوسٹ خاتون کی جھریاں مٹا کر اسے جنت کی ایک نئی نازنین کی شکل دی جائے گی ۔دوسری طرف جنتی لوگ جمعہ بازار سے جب نہال ہوکر گھر واپس لوٹیں گے تو ایک طرف ان کی بیویاں ان کے اس نئے روپ وحسن پر نچھاور ہوئی جارہی ہوں گی، تو دوسری طرف ان کے حسین و رعنا شوہر بھی بصد ناز ان سے کہا کریں گے کہ 'ہمارے بعد تم بھی تو بہت نکھری نکھری سی لگ رہی ہو!'۔پھر وہ جنت کے حسین مناظر؟، اور وہ دلکش انعامات؟، جن کے بارے میں قرآن واحادیث کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی انسان ان کا تصور نہیں کرسکتا ؟۔تو کیا جنت میں رہائش عطا کیے جانے کے بعد بھی یہ تمام مناظر، تمام حسن ورعنائی اور دلکشی وکشش وہاں کے مقیم بس اسی تصوراتی (نومی) حالت میں دیکھا کریں گے؟۔مگر سوال یہ ہے کہ اس حال میں انہیں وہاں کے ان پرکشش مناظر و انعامات کا کیا خاک لطف آئے گا ؟۔قرآنِ پاک بیان کرتا ہے کہ ''جنت میں تم اپنے گرد ایسے حسین وجمیل بچوں کو خدمت کرتے ہوئے دیکھو گے جیسے وہ کوئی خوبصورت موتی ہیں جو ادھر ادھر لڑھکتے پھر رہے ہیں''۔(''لولوءامنثورا''۔الدہر۱۹:۷۶)۔سوال یہ ہے کہ زندگی میں جو لوگ اپنی آنکھوں کے عطیئے کا 'نیک' کام انجام دیں گے، وہ جنت میں ان حسین بچوں کو چھدکتا اور خدمت کرتا ہوا بچشم خود کیسے دیکھ سکیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ کسی کی دنیا بنانے کی خاطر تم اپنی آخرت برباد نہ کیا کرو(مفہوم)۔ نئے دور کے کسی چیلنج سے نمٹنے کے لئے آپ ﷺ کا یہ اصول ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ادھر حال یہ ہو کہ وصیت میں ہم یہاں دوسروں کی دنیا بنانے کی فکر میں لگے رہیں، اور ادھر معاملہ یہ ہو کہ حقیقی طور پر ہم آپ ؐ کے ارشاد کے مطابق اپنی آخرت برباد کررہے ہوں!۔کیسا عجیب سا یہ فیصلہ ہوگا اے صاحبانِ عقل؟۔

سورہ ءاعراف ۴۶۔۴۸:۷ میں آتا ہے کہ آخرت میں جو لوگ ابھی اپنی قسمتوں کا فیصلہ نہ سن پائے ہوں گے، (لیکن بہرحال اللہ کی رحمتوں کے امیدوار ہوں گے)، وہ جہنم میں موجود اپنے

☆اکثر مایخاف لایکون وغالب مایسمع من مکروہ لایقع وفی اللہ کفایۃ وعندہ رعایۃ ومنہ العون.☆

ساتھیوں کو باقاعدہ دیکھا کریں گے اور دوسرے جنتی ساتھیوں کو بھی ان جہنم رسیدہ حضرات کا دیدار کروائیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی میں بھی انسانی آنکھوں کی اہمیت بدرجہء اتم موجود ہے!۔

مرنے کے بعد اعضا کا عطیہ کرنا لاشوں کا مثلہ کرنے سے کیا کم ہے؟، وہ کام جسے شریعت کلیتاً حرام ٹھہراتی ہے۔ کسی کافر تک کی مثلہ کی ہوئی لاش دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے، تو کیسے ممکن ہے کہ ''مفروضہ نیکی'' کی خاطر اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی آنکھوں ،گردوں ،دلوں اور جگر پھیپڑوں سب کا عطیہ کرنے کی کھلی اجازت دے دے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناخوش بھی نہ ہوں؟۔ لاشوں کی چیر پھاڑ فی الاصل انسانی جانوں کا مثلہ کرنا ہی تو ہے!۔ اسی لئے ہدایت ہے کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم کرنے سے گریز کیا جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اگر نسان مر جائے تو کیا حرمتِ انسانی بھی ختم ہو جاتی ہے؟۔ پھر تو مر جانے کے بعد لاشوں کو جلا دینے یا گدھوں اور کوّوں کو کھلا دینے کی اجازت ہماری شریعت میں بھی ملی ہوتی!

سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہسپتالو ں میں کئے جانے والے جسمانی آپریشن بھی تو آخر کار جسم کی چیر پھاڑ ہی کا دوسرا نام ہے جبکہ کسی مفتی کی جانب سے اسے حرام بھی قرار نہیں دیا جاتا !۔ چنانچہ بعد از مرگ 'عطیہء اعضا' میں کیوں کراہیت محسوس کی جاتی ہے؟۔ عرض ہے کہ صحت کی خاطر شریعت نے انسانوں کو بہت کچھ اقدام کرنے کی اجازت دی ہے۔ دورِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ اور نبی علیہ الصلوٰۃ دونوں فصد کروایا، اور جسم میں جونک لگوایا کرتے تھے۔ بعض جنگی ماحول میں اگر کسی صحابیؓ کا بازو دشمن کی تلوار سے کٹ کر اس طرح لٹک جاتا تھا کہ وہ تلوار چلانے میں مانع ہوتا تھا، تو بغیر کسی تاخیر کے وہ صحابیؓ اسی وقت اپنے لٹکتے ہوئے بازو کو پاؤں سے کھینچ کر الگ کر دیتے تھے تاکہ باقی جنگ میں ان کے لئے کوئی مزاحمت نہ رہے۔ ایسے واقعات نبی ﷺ کے سامنے ہوتے رہتے تھے لیکن آپؐ نے اس پر کبھی کوئی وعید نہیں فرمائی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذاتی صحت ،اور دشمنوں پر قابو کی خاطر اسلام میں جسم کے اعضا کی قطع و برید (سرجری) کی اجازت ہے!۔ انہی مثالوں سے ہم 'انتقالِ خون' کے معاملے کو بھی سمجھ سکتے ہیں!۔ نبی ﷺ کے دور میں آپؐ اور صحابہ کرامؓ اپنا فاسد خون جونکوں کے ذریعے نکلوایا کرتے تھے۔ یوں بھی سمجھنے کی بات ہے کہ نیا خون تو ہر ہر لمحے خود ہی پیدا ہوتا ہے، اسلئے پس مرگ عطیئے کے ساتھ انتقالِ خون کے عمل کو منطبق کرنا درست نہیں ہے۔

سورہ 'ق' میں کافروں سے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ''دیکھ ،آج ہم نے تیری

آنکھیں کیسی روشن کردی ہیں؟ کہ اب تو یہاں ہر چیز صاف صاف دیکھنے کے قابل ہوگیا ہے؟'' (آیت ۲۲)۔ صاف ظاہر ہورہا ہے کہ قیامت میں انسان اپنی اصل آنکھوں کے ساتھ موجود ہوگا، اور دوزخ و جنت کے معاملات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ اور بھگت رہا ہوگا۔ سو اگر کوئی انسان دنیا میں اپنی آنکھیں کسی کو عطیہ کرچکے تو قیامت میں اس کی آنکھیں پھر کہاں باقی رہ جائیں گی؟۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ 'اے عائشہؓ، حشر کے دن لوگ قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ وہ بالکل مادرزاد برہنہ ہوں گے' (مفہوم)۔ اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ لوگ وہاں قبروں سے 'روحانی' طور پر نہیں بلکہ 'اصل جسمانی' طور پر برآمد ہوں گے۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ متقی لوگ جنت کے مناظر کو اپنی روحانی آنکھوں سے (یعنی دنیا کے خوابوں کی مانند نیند کی حالت میں) دیکھ رہے ہوں گے، ایک خود فریبی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

بات صرف آنکھوں کے عطئے ہی تک محدود نہیں ہے۔ عطیہء اعضا کے ضمن میں راقم کی ان گزارشات میں آنکھوں کا ذکر زیادہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اسی کے بارے میں ہمارے معاشرے میں بات زیادہ کی جاتی ہے۔ مگر خدمتِ انسانیت کے لئے صرف آنکھوں کا عطیہ ہی تو ایک مسئلہ نہیں ہے؟۔ اس بنیاد پر جسم کے دوسرے اعضا، مثلاً گردہ، جگر، اور کان وغیرہ کے عطیے بھی تو کسی زندہ فرد کو دئے جاسکتے ہیں۔

ذرا سوچیں وہ وقت جب حشر میں کوئی فرد اپنی قبر سے محض دو ٹانگوں، محض ایک گردن، یا محض ایک کان کے ساتھ برآمد ہورہا ہوگا کیونکہ دنیا میں اس نے کسی زندہ انسان کی بھلائی کی خاطر کسی کو کان، کسی کو آنکھ، اور کسی کو جگر عطیہ کیا ہوگا!۔ تصور کریں اس وقت کا بھی جب گھر کے کسی پیارے کا جسدِ خاکی ابھی گھوارے ہی میں پڑا ہو، لوگ سوگوار حالت میں نم دیدہ و غمناک ہوں، اور تدفین کے انتظامات کی بھاگ دوڑ جاری ہو، کہ ایسے میں وہاں اچانک چند'' جلاد صفت انسان دوست''، مرحوم کی وصیت کو بنیاد بنا کر اپنے تیز تر اوزار لئے داخل ہوں اور سرد خانے سے تازہ تازہ لائی ہوئی لاش کو، مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہہ کر سب کی موجودگی میں چیر پھاڑ شروع کردیں کہ مرحوم نے اپنی آنکھیں کان کسی معذور کو تا عمر دے کر اس کی زندگی کی بھلائی کے لئے بے انتہا نیک و قابلِ تقلید کام کیا ہے!۔۔ درندگی اور اذیت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حضور قربانی کے لئے جب کوئی جانور طلب کرتا ہے تو اس کے لئے بھی وہ صاف ستھرا اور نقص سے پاک ہونے کی شرط رکھتا ہے۔ کسی کن کٹے، لولے لنگڑے، یا

ناقص جانور کی قربانی اللہ تعالیٰ کو بھی کب قبول رہی ہے؟۔اسی طرح دنیا میں کبھی کوئی معذور ہستی بھی اللہ کی جانب سے نبی کے طور پر نہیں بھیجی گئی ہے۔ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ خوش شکل اور تندرست وتوانا ہی روانہ کیا ہے۔

چیلنجز تو ہر دور اپنے ساتھ لے کر آتا ہی رہتا ہے۔لیکن ہر چیلنج پر اگر ہم لادینی قوتوں کے مطالبے کو پذیرائی عطا کرنے لگیں تو یہ لوگ پھر نعوذ باللہ زنا کو بھی دینی لحاظ سے حلال قرار دلوانے کی پوری سعی کریں گے جس کے لئے انہیں قابل فروخت علماء بھی آسانی سے دستیاب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ خاندانی منصوبہ بندی اور رواجی بیمے کے لئے اداروں کو علماء اور فتوے حاصل ہو چکے ہیں۔

اجتہاد بے شک ہر دور کا ایک ناگریز تقاضا رہا ہے،اور سب جانتے ہیں کہ اجتہاد کا سلسلہ نہ ہونے کی بنیاد ہی پر ہم آج بہت حد تک بند گلی میں بیٹھے ہیں۔لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دوسروں کے شور مچانے پر ہم ہر نئی صورتِ حال کو اجتہادی رنگ دینے میں جُت جائیں!۔

ڈی۔سیلف آرٹیکلس۔۔۔اعضا کی پیوند کاری
رضی الدین سید،کراچی
ای۔۳۷۲۔کوثر ٹاؤن۔ملیر۔کراچی ۷۵۰۸۰
۰۳۳۱ ۲۶۴۶۱۰۹

اسلامک فقہ اکیڈمی کی نئی کتاب
مجلہ فقہ اسلامی کے گزشتہ سولہ برسوں کے اداریئے، بنام غیر فقہی

اظہاریئے

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی......مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی......جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور